بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ سید سلیمان ندوی رحمتہ اللہ
اور ان کی علمی خدمات

تحریر:- عبدالرشید عراقی

علامہ سید سلیمان ندوی ۲۲- نومبر ۱۸۸۴ء صوبہ بہار کے ضلع پٹنہ کے قصبہ دیسنہ میں پیدا ہوئے- اور ۲۲- نومبر ۱۹۵۳ء کو ۷۸ سال کی عمر میں کراچی میں انتقال کیا- ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی- ۱۸۹۹ء میں پھلواری شریف مولانا محی الدین سے عربی کی کتابیں پڑھیں- اور منطق کی ابتدائی تعلیم مولانا شاہ سلیمان پھلواری سے حاصل کی- ۱۹۰۱ء میں ندوۃ العلماء لکھنو مں داخل ہوئے- اور ۱۹۰۷ء میں ندوۃ سے فراغت حاصل کی- ۱۹۰۳ء میں آپ نے سب سے پہلا مضمون "وقت" کے عنوان سے لکھا- جو رسالہ مخزن لاہور جو شیخ عبدالقادر مرحوم کی ادارت میں شائع ہوتا تھا- شائع ہوا- اور اسی سال آپ نے اپنے وطن دیسنہ میں انجمن الاصلاح کے زیر اہتمام "علم اور اسلام" کے عنوان سے ایک مقالہ پڑھا- جو بعد میں علی گڑھ منتھلی میگزین میں ایڈیٹر کے تعریفی نوٹ سے شائع ہوا-

۱۹۰۵ء میں علامہ شبلی نعمانی ندوۃ العلماء لکھنو کے معتمد تعلیم مقرر ہوئے- تو طلباء ندوۃ نے علامہ شبلی کے تقرر پر تقاریر کیں- جلسے منعقد کیے- علامہ سید

سلیمان ندوی نے فارسی میں ایک قصیدہ پڑھا۔ جس کو اہل علم نے بہت پسند کیا۔ ۱۹۰۴ء میں علامہ شبلی نعمان کی تحریک پر ندوۃ العلماء کا آرگن الندوہ جاری ہوا۔ جس کے پہلے ایڈیٹر مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی مقرر ہوئے۔ سید صاحب کا پہلا مضمون مئی ۱۹۰۵ء کے الندوہ میں "علم حدیث" کے عنوان سے شائع ہوا۔

۱۹۰۷ء میں سید صاحب نے ندرۃ العلماء سے فراغت پائی تو علامہ شبلی نعمانی نے آپ کو الندوہ کا سب ایڈیٹر مقرر کیا۔ مئی ۱۹۰۷ء تا دسمبر ۱۹۰۷ء یعنی ۸ ماہ میں آپ نے الندوہ میں دس مقالات لکھے۔ ان میں چند ایک یہ ہیں۔ علم ہیت اور مسلمان (۱۹۰۷ء) ستمبر ۱۹۰۷ء عربی زبان کی وسعت (اگست ۱۹۰۷ء) مسئلہ ارتقاد اور قرآن (دسمبر ۱۹۰۷ء)۔

ان مقالات کی اشاعت کے بعد سید صاحب علمی حلقوں میں متعارف ہوئے۔

۱۹۰۸ء میں آپ نے الندوہ میں ایمان بالغیب، ابن خلکان، تمدن اسلام اور مسلمان عورتوں کی بہادری جیسے علمی و دینی اور تحقیقی و تاریخی مقالات لکھے۔ اور اس کے ساتھ آپ نے طلبائے ندرہ کو جدید ادب عربی ور علم الکلام پر لیکچر بھی دینے شروع کے۔

سید صاحب فروری ۱۹۱۰ء تک الندوہ کے سب ایڈیٹر رہے۔ ۱۹۱۰ء میں عربی کی جدید لغت مرتب کرنے کا کام آپ کے سپرد ہوا۔ آپ نے دو سال میں جدید عربی کی لغت مرتب کر کے ۱۹۱۲ء ندرہ کے اجلاس لکھنو جو علامہ رشید رضا مصری کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ پیش کی۔ یہ لغت "لغات جدیدہ" کے نام

سے شائع ہوئی۔

۱۹۱۰ء میں علامہ شبلی نعمانی سیرۃ النبی کی تدوین و ترتیب کے لیے ایک شعبہ قائم کیا۔ تو سید سلیمان کو ٹریٹری اسسٹنٹ مقرر کیا۔ اور اس کے ساتھ دوبارہ آپ کو اندوہ کا سب ایڈیٹر مقرر کیا۔ اس بار آپ اگست ۱۹۱۱ء تا مئی ۱۹۱۲ء الندوۃ کے سب ایڈیٹر رہے۔

۱۹۱۱ء میں الندوۃ میں جو آپ کے مقالات شائع ہوئے۔ اس میں چند ایک یہ ہیں۔ اشتراکیت اور اسلام (مئی ۱۹۱۱ء) مذہب اسلام اور عقل (جولائی ۱۹۱۱ء) مستشرقین یورپ (اگست ۱۹۱۱ء) کتب خانہ اسکندریہ (دسمبر ۱۹۱۱ء)

۱۹۱۱ء میں اٹلی نے طرابلس پر حملہ کیا۔ اس سے پورے ہندوستان کے مسلمان بے چین ہو گئے اور ہندوستان کی سیاست نے ایک نیا رخ بدلا۔ سید سلیمان بھی اس سے متاثر ہوئے۔ اور علامہ شبلی ملکی سیاست مں آزادی کے حامی تھے اور اسلامی سیاست میں اتحاد اسلامی پر ایمان رکھتے تھے۔ چنانچہ سید سلیمان ندوی علمی مشاغل چھوڑ کر سیاست میں آئے اور مولانا ابوالکلام آزاد کے الہلال کے جملہ ادارت میں شامل ہو گئے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کا شہرہ آفاق ہفت روزہ الہلال مختلف حصوں سے آراء وادب میں ایک نیا باب تھا۔ وہ صحیح معنوں میں ہماری سیاسی، صحافتی اور ادبی تاریخ میں سنگ میل ثابت ہوا۔ یہ صحیح ہے کہ اس کی عہد آفرین شہرت و عظمت کا سہرا مولانا ابوالکلام آزاد کی تالیفہ شخصیت کے سر ہے۔ لیکن اس حقیقت سے انکار

ممکن نہیں کہ الہلال کو بدر کامل بنانے میں علامہ سید سلیمان ندوی کا بھی بڑا نمایاں حصہ رہا ہے اور اس بات کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ سید سلیمان ندوی کے الہلال کے ادارہ تحریر میں شرکت کا زمانہ ہی اصلاً الہلال کا عہد زرین تھا۔ سید صاحب نے الہلال کے ادارہ تحریر میں مئی ۱۹۱۳ء میں شامل ہوئے۔ اگست ۱۹۱۳ء میں مسجد کان پور کا حادثہ فاجعہ پیش آیا۔ جس سے متاثر ہو کر سید صاحب نے ۱۲-اگست ۱۹۱۳ء کے الہلال میں "مشہد اکبر" کے عنوان سے ایک دردانگیز مضمون لکھا۔ حکومت نے اس کی تاب نہ لا کر اس شمارہ کو ضبط کر لیا۔ سیاسی واقعات میں کچھ سکون پیدا ہوا تو سید صاحب دوبارہ سیرت النبی کے دفتر میں آگئے۔ لیکن ۱۹۱۳ء کے آخر میں علامہ شبلی کی تحریک پر دکن کالج کا آغاز کیا۔ اس کتاب میں قدیم عرب کا جغرافیہ، اقوام عرب کی پرانی مذہبی و تمدنی تاریخ پر محققانہ بحث کی گئی ہے۔

۱۸- نومبر ۱۹۱۴ء کو علامہ شبلی نے انتقال کا۔ علامہ شبلی نعمانی نے اپنے انتقال سے پہلے دارالمصنفین کا ایک خاکہ تیار کیا تھا۔ لیکن اس کو عملی جامہ نہ پہنا سکے۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے علامہ شبلی کے انتقال کے بعد دکن کالج پونا سے استعفیٰ دیا۔ اور اعظم گڑھ آ کر مولانا مسعود علی ندوی کے انتظامی تعاون اور مولانا عبدالسلام ندوری کے علمی اشتراک سے ۱۹۱۵ء میں دارالمصنفین کی بنیاد ڈالی اور اپنی مشہور تصنیف "ارض القرآن" کی پہلی جلد کی اشاعت سے دارا کے تصنیفی کام کا آغاز کیا۔ اہل علم نے اس کتاب کے آئینہ میں دارالمصنفین کے درخشاں مستقبل کا نقشہ دیکھا۔

۱۹۱۶ء کے رمضان المبارک میں دارالمصنفین سے ایک علمی و ادبی رسالہ کا اجراء معارف کے نام سے کیا۔ پہلے پرچہ میں آپ کا مقالہ "روزہ" پر تھا۔ ماہنامہ معارف کی ضیاپاشی سے دنیائے عالم آج تک منور ہے۔ ۱۹۱۷ء میں سید صاحب علمائے بنگال کلکتہ کے سالانہ اجلاس کی صدارت کی اور آپ نے ایک علمی و تحقیقی خطبہ صدارت ارشاد فرمایا۔ ۱۹۱۷ء میں آپ کی ایک علمی مقالہ "اہل سنت والجماعت" جو اس سے پہلے معارف کے کئی نمبروں میں شائع ہو چکا تھا۔ کتابی صورت میں شائع ہوا۔ اور اسی سال آپ کی کتاب "حیات امام مالک" شائع ہوئی۔ امام مالک پر آپ نے ایک مضمون الندوۃ جولائی ۱۹۰۶ء میں لکھا تھا۔ اس کو اضافہ کے ساتھ کتابی صورت میں شائع کیا۔

۱۹۱۸ء میں آپ نے علامہ شبلی کی سیرۃ النبی کی جلد اول کو مرتب کر کے شائع کیا۔ اور اس کے ساتھ "ارض القرآن" کی جلد دوم جس میں اقوام عرب سے لسانی مذہبی تجارتی اور تمدنی حالات پر بحث و تبصرہ ہے۔ شائع کی۔

۱۹۱۹ء میں مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر نے مجلس خلافت کے نام ایک مرکزی مجلس قائم کی۔ اس میں علامہ سید سلیمان ندوی بھی شامل ہوئے۔ اور اس کا پہلا اجلاس لکھنو میں منعقد ہوا۔ سید سلیمان ندوی نے اس اجلاس میں علمائے کرام اور ارباب سیاست کے درمیان حلقہ اتصال کا کام دیا۔ اور ایسی پردرد تقریر کی کہ مسند صدارت سے پائیں تک ساری مجلس بزم ماتم بن گئی۔

فروری ۱۹۲۰ء میں مولانا محمد علی جوہر کی قیادت میں مجلس خلافت کا ایک وفد برطانیہ گیا۔ جس میں مولانا محمد علی کے علاوہ علامہ سید سلیمان ندوی، سید حسین

اور حسن محمد حیات وفد میں شامل تھے۔ اس وفد میں سید صاحب کی حیثیت محض ایک معزز رکن ہی کی نہیں تھی بلکہ ایک محقق، مفکر اور فاضل کی تھی۔ انہوں نے اس سفر میں نہ صرف برطانوی وزیراعظم لائڈ جارج اور دوسرے ممتاز لیڈروں سے سیاسی مذاکرات کئے۔ بلکہ انڈیا آفس لائبریری سے اپنے علمی ذوق کو بھی شاد کام کیا۔

۱۹۲۰ء میں جبکہ سید صاحب لندن ہی میں تھے۔ سیرۃ النبی کی جلد دوم جس کا مواد علامہ شبلی نعمانی نے اکٹھا کا تھا مگر اس کو ترتیب نہ دے سکے تھے۔ سید سلیمان نے اس کو مرتب کیا تھا۔ شائع ہوئی۔ اور اسی سال آپ کی کتاب "سیرۃ عائشہ" شائع ہوئے۔ سیرۃ عائشہ آپ نے بیگم صاحبہ بھوپال کی تحریک پر لکھی تھی۔ اور جب یہ کتاب علامہ اقبال نے پڑھی تو سید صاحب کو لکھا۔

"سیرۃ عائشہ کے لیے سراپا سپاس ہوں۔ یہ ہدیہ سلیمان نہیں سرمہ سلیمانی ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے میرے علم میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ خدائے تعالیٰ جزائے خیر دے"۔

۱۹۲۰ء کے آخر میں سید صاحب سفر یورپ سے واپس آئے۔ تو ترک موالات کی تحریک ہندوستان میں شروع ہوئی۔ سید سلیمان نے اس میں سرگرم حصہ لیا۔ اور پورے ملک کا دورہ کر کے جابجا تقریریں کیں۔ اخبارات و رسائل میں مضامین لکھے۔ ۱۹۲۱ء میں مجلس خلافت کا اجلاس سید صاحب کی صدارت میں میرٹھ میں منعقد ہوا۔ اور اس کے ساتھ آپ نے دو تاریخی مقالے "خلافت عثمانیہ" اور "دنیائے اسلام" اور "خلافت اور ہندوستان" کے عنوان سے لکھے۔ جو

"معارف" کے کئی نمبروں میں شائع ہوئے۔ اور بعد میں علیحدہ علیحدہ رسالوں کی صورت میں بھی شائع ہوئے۔

۱۹۲۱ء تا ۱۹۲۳ء تک اپنی تصنیف سیرۃ النبی کی تیسری جلد کی تدوین میں مصروف رہے۔ جو ۱۹۲۴ء میں شائع ہوئے۔ اس جلد میں معجزہ کی حقیقت پر بحث کی گئی ہے۔

۱۹۲۴ء میں مجلس خلافت کا ایک وفد حجاز گیا۔ اس میں علامہ سید سلیمان ندوی بھی شامل تھے۔ یہ وفد دو ماہ حجاز میں رہا اور یہ وفد اپنے مشن میں کامیاب و کامران رہا۔ سید صاحب نے اس سفر کی روئداد مئی ۱۹۲۵ء میں شائع کی۔

اکتوبر و نومبر ۱۹۲۵ء میں سید سلیمان ندوی نے سیرۃ النبی کے موضوع پر آٹھ خطبے ارشاد فرمائے۔ جو بعد میں "خطبات مدارس" کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوئے۔ یہ خطبات اپنے مضامین، مباحث، ادب و انشاء اور زور خطابت کے لحاظ سے اردو لٹریچر کے شاہکار سمجھے جاتے ہیں۔

۱۹۲۶ء میں مجلس خلافت کا ایک وفد دوبارہ حجاز گیا۔ اس وفد میں مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی جوہر، سید سلیمان ندوی اور شعیب قریشی شامل تھے۔ سلطان ابن سعود نے مؤتمر عالم اسلامی کا ایک اجلاس مکہ معظمہ میں طلب کیا تھا۔ سید صاحب کو اجلاس مکہ میں مؤتمر کا نائب صدر منتخب کیا گیا۔ سید صاحب نے اپنے قیام حجاز کے دوران وہاں کے کتب خانے دیکھے اور واپسی پر "حجاز کے کتب خانے" کے عنوان سے معارف کے کئی نمبروں میں ایک طویل مضمون لکھا۔

۱۹۲۷ء میں علامہ سید سلیمان ندوی انجمن حمایت اسلام لاہور کے اجلاس

میں شریک ہوئے اور "عہد رسالت میں اشاعت اسلام" کے عنوان سے ایک جامع و علمی تقریر کی۔ جو بہت پسند کی گئی۔ علامہ اقبال سے بھی آپ کی ملاقات ہوئی۔ ۱۹۲۸ء میں سیرۃ النبی کی چوتھی جلد کی تدوین و ترتیب کے علاوہ "ہندوستان میں علم حدیث" کے عنوان سے ایک طویل مقالہ لکھا جس کو علمی حلقوں میں بہت پسند کیا گیا۔

مارچ ۱۹۲۹ء میں ہندوستانی اکیڈیمی الہ آباد کے زیر اہتمام "عرب و ہند کے تعلقات" پر علمی و جامع خطبات دیئے۔ ان خطبات میں سید صاحب نے ہندو اور مسلمان دونوں کو وہ زریں عہد یاد دلایا۔ جب دونوں گوناگوں تعلقات میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہ خطبات بڑی تحقیق و تلاش اور محنت و کاوش اور حجت و استدلال کے اعتبار سے بے مثل سمجھے جاتے ہیں۔

۱۹۳۱ء میں "عربوں کی جہازرانی" پر حکومت بمبئی کی وزارت تعلیم کی تحریک چار خطبات دیئے۔ جو علمی حلقوں میں بہت پسند کیے گئے۔ اور اس وقت بمبئی کی انگریزی اور اردو اخبارات نے ان خطبات کے اقتسابات شائع کیے۔ ۱۹۳۲ء میں آپ کی تصنیف "سیرۃ النبی" کی چوتھی جلد جس کا موضوع "منصب نبوت" ہے۔ شائع ہوئے۔ اس کی اشاعت سے دارالمصنفین کی شہرت میں اضافہ ہوا۔

مارچ ۱۹۳۳ء میں علی گڑھ میں انجمن "اردوئے معلیٰ" کی دعوت پر "ہندوستان میں ہندوستانی" پر ایک خطبہ دیا۔ یہ خطبہ ہندوستان کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اپریل ۱۹۳۳ء میں "ادارہ معارف اسلامیہ" لاہور

کا اجلاس و علامہ اقبال کی صدارت میں منعقد ہوا۔ آپ نے ایک تحقیقی و جامع اردو علمی مقالہ پڑھا۔ جس کا عنوان "لاہور کا ایک مہندس خاندان جس نے تاج محل اور لال قلعہ بنایا" پڑھا۔ اس میں سید صاحب نے اس خاندان کے تقریباً ۱۵۰ سال کے علمی کارناموں کی سرگذشت نامعلوم گوشوں سے بڑی تلاش و تحقیق سے مرتب کی گئی تھی۔ اور تاریخ میں پہلی دفعہ اس خاندان کے مورث اعلیٰ نادرالعصر استاد احمد معمار شاہ جہانی لاہوری کے حالات بتائے گئے۔ اور نہایت مستند شہادتوں سے یہ ثابت کیا گیا کہ تاج محل کا معمار در حقیقت ہی استاد احمد معمار ہے۔ جو ہندسہ، ہیت اور ریاضیات کا بہت بڑا عالم تھا۔ اس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد وہ تمام دعوے جو تاج محل کے کاریگروں اور معماروں کے متعلق مشہور تھے۔ بے سروپا ہو کر رہ گئے۔

دسمبر ۱۹۳۰ء میں سید صاحب نے اورنٹیل کانفرنس پٹنہ میں "خیام" پر ایک علمی مقالہ پڑھا تھا۔ جو علمی حلقوں میں بہت پسند کیا گیا تھا۔ ۱۹۳۳ء میں آپ نے یہ مقالہ اضافہ کے ساتھ "خیام" کے عنوان سے کتابی صورت میں شائع کیا۔ خیام جب علامہ اقبال کی نظر سے گزری تو آپ نے سید صاحب کو لکھا کہ:

"عمر خیام پر آپ نے جو کچھ لکھ دیا ہے کہ اس پر اب کوئی مشرقی یا مغربی عالم اضافہ نہ کر سکے گا"۔

اس سال آپ نے علامہ اقبال، سر راس مسعود کی معیت میں شاہ افغانستان نادر شاہ کی دعوت پر افغانستان کا تعلیمی سفر کیا۔ ۱۹۳۵ء میں آپ کی تصنیف "سیرۃ النبی" کی پانچویں جلد جس کا موضوع "عبادات" ہے۔ شائع ہوئے ۱۹۳۵ء

تا ۱۹۳۸ء سید صاحب نے ہندوستان میں منعقد ہونے والے سیاسی، علمی اور ادبی اجلاسوں کی صدارت کی۔ اور ان میں بہترین علمی خطبات صدارت ارشاد فرمائے۔

۱۹۳۹ء میں آپ کی تصنیف "سیرۃ النبی" کی چھٹی جلد جس کا موضوع "اخلاق" ہے۔ شائع ہوئی اور اس کے ساتھ ہی آپ کی کتاب "نقوش سلیمانی" جو آپ کے علمی، ادبی، تنقیدی مقالاجات و خطبات کا مجموعہ ہے۔ شائع ہوئی۔

۱۹۴۰ء میں آپ کی کتاب "رحمت عالم" شائع ہوئی جو سلیس اردو زبان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حیات طیبہ ہے۔ اور یہ کتاب بچوں کے لیے لکھی گئی تھ۔ لیکن جوان اور بوڑھے بھی اس سے مستفیذ ہورہے ہیں۔

جنوری ۱۹۴۱ء میں ندوۃ العلماء لکھنو میں نواب احمد سعید خاں چھتاری کی صدارت میں اسلام کے سیاسی نظام کی ترتیب کے سلسلہ میں ایک مجلس بنائی گئی۔ جس میں علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا عبدالماجد الہ آبادی، مولانا شبیر احمد عثمانی اور ڈاکٹر ذاکر حسین خاں شریک ہوئے۔ اس مجلس میں یہ طے پایا کہ مستند علماء اور لائق جدید تعلیم زمانہ اہل علم کی باہمی معاونت سے اسلام کے سیاسی نظام پر ایک معتبر کتاب لکھائی جائے۔ چنانچہ مولانا محمد اسحاق سندیلوی ندوی استاد تفسیر ندوۃ العلماء لکھنو نے "اسلام کے سیاسی نظام" کے عنوان سے کتاب لکھی۔ یہ کتاب دارالمصنفین اعظم گڑھ اور پھر یہ کراچی سے شائع ہو چکی ہے۔

۱۹۴۲ء میں سید صاحب علامہ شبلی کے مقالات اور خطبات دارالمصنفین اعظم گڑھ سے شائع کیے۔ خطبات ایک جلد اور مقالات ۸ جلدوں میں شائع ہوئے۔

فروری ۱۹۴۳ء میں سید صاحب کی آخری تصنیف "حیات شبلی" ۸۴۶ صفحات پر دارالمصنفین سے شائع ہوئی۔ حیات شبلی صرف علامہ شبلی کی سوانح عمری ہی نہیں ہے بلکہ مسلمانان ہند کے پچاس برس کے علمی، ادبی، سیاسی، تعلیمی، مذہبی اور قومی واقعات کی تاریخ بھی ہے۔

۱۹۴۵ء میں سید صاحب کی صحت کا اضمحلال شروع ہوا۔ لیکن اپنے علمی مشن کی تکمیل میں ہمہ تن مصروف رہے۔ جون ۱۹۴۶ء نواب سر حمید اللہ خاں والئے بھوپال کی دعوت پر بھوپال کے قاضی القضاۃ اور جامعہ مشرقیہ کے امیر کے عہدہ پر مامور ہوئے۔ لیکن دارالمصنفین اور ندوۃ العلماء سے تعلقات بدستور قائم رہے۔ بھوپال میں آپ کا مقام اکتوبر ۱۹۴۹ء تک رہا۔ لیکن اگست ۱۹۴۷ء کے انقلاب نے ریاست کے لیل و نہار ہی بدل دیئے۔

اکتوبر ۱۹۴۹ء میں سید صاحب نے معہ اپنے اہل و عیال حج کے لیے تشریف لے گئے۔ اور شاہ سعود کے مہمان خصوصی ہوئے۔ مدینہ منورہ میں آپ کا قیام ایک مہینہ رہا اور بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ جس کے چند اشعار یہ ہیں:

مکی مدنی ہاشمی و مطلبی ہے
آرام کے لیے فخریہ عالی نسبی ہے
پاکیزہ ترا عرش و سماء جنت فردوس
آرامگہ پاک رسولِ عربی ہے
آہستہ قدم ہنچی نگہ پست ہو آواز

خوابیدہ یہاں روح رسول عربی ہے
بجھ جائے تری چھینٹوں سے ابر کرم آج
جو آگ میرے سینہ میں مدت سے دبی ہے

دسمبر ۱۹۴۹ء میں حج سے واپس ہندوستان آئے۔ اور بھوپال سے اپنا تعلق ختم کر کے جون ۱۹۵۰ء میں کراچی (پاکستان) پہنچے۔ سید صاحب عارضی طور پر پاکستان تشریف لائے تھے۔ لیکن حالات ہی کچھ ایسے ہوگئے کہ آپ پاکستان کے باضابطہ شہری بن گئے اور حکومت پاکستان نے آپ کو ادارہ تعلیمات کا صدر مقرر کیا۔

مارچ ۱۹۵۳ء میں پاکستان میں شاریکل کانفرنس ڈھاکہ کی صدارت کی اور اس کے بعد آپ لکھنو تشریف لے گئے۔ ندوۃ العلماء میں آپ نے ایک دردانگیز اور اثر آفرین تقریر کی۔ اور پاکستان ہجرت کے اسباب بیان فرمائے۔ اور آخر میں طلبائے ندوۃ کو یہ پیام دیا:

سبق پھر پڑھ صداقت کا شجاعت کا عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اس کے بعد آپ واپس کراچی تشریف لائے۔ اور یہاں آپ نے ۱۴۔ربیع الاول ۱۳۷۳ھ بمطابق ۲۲۔ نومبر ۱۹۵۳ء انتقال کیا۔ اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے پہلو میں دفن ہوئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون
اللھم اغفرلہ وارحمہ